بسم اللہ الرحمن الرحیم

شریعہ بورڈ

مجلس تحقیقات علمیہ

فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون

★ ★ مرکزی دفتر: جامعہ مدینۃ العلوم بلال کالونی ٹوبہ روڈ جھنگ صدر فون: 047-7625711 ★ ★

حضرت مفتی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیریت ہونگے۔

گزارش ہے کہ مجلس تحقیقات علمیہ جھنگ [illegible]رف سے بس سفر میں مسافت شرعی سے متعلق ایک سوال کا جواب تیار کیا گیا۔ جس پر اراکین مجلس پوری طرح مطمئن نہ تھے اور باہمی مشاورت سے یہ بات طے ہوئی کہ یہ سوال اور جواب آپکی خدمت میں ارسال کر کے آپکی رائے معلوم کی جائے۔ چنانچہ وہ سوال اور جواب آپکی خدمت میں ارسال کر رہے ہیں اس بارے میں آپ اپنی قیمتی رائے تحریر فرما کر ممنون فرمئیں۔۔ جزاکم اللہ خیرا

(سوال اور جواب اس تحریر کیساتھ لف ہیں)۔

دستخط حضرات اراکین مجلس تحقیقات علمیہ جھنگ۔

1۔ حضرت مفتی عبدالغنی صاحب
مفتی جامعہ محمودیہ جھنگ

2۔ حضرت مفتی ارشاد احمد صاحب۔
جامعہ معھد الفقیر الاسلامی جھنگ

3۔ حضرت مفتی ریاض احمد صاحب
مفتی جامعہ مدینۃ العلوم جھنگ

4۔ حضرت مفتی شاکر اللہ صاحب چترالی
جامعہ معھد الفقیر الاسلامی جھنگ

5۔ حضرت مفتی محمد اظہر صاحب
جامعہ معھد الفقیر الاسلامی جھنگ

6۔ حضرت مفتی عبدالغنی صاحب بلوچستانی
معاون مفتی جامعہ مدینۃ العلوم جھنگ

7۔ حضرت مفتی حبیب اللہ صاحب تونسوی
جامعہ معھد الفقیر الاسلامی جھنگ

8 ۔ حضرت مفتی قاری شیر علی صاحب
جامعہ معھد الفقیر الاسلامی جھنگ

سوال

بحری سفر میں کتنی مسافت پر قصر کا وجوب ہوگا؟ مسافت کی ابتداء ساحل سے ہوگی؟ کتنے کلومیٹر بنیں گے؟ خشکی کے سفر میں فقہاء کرام نے صرف دن کے سفر کو شمار فرمایا ہے کیا بحری سفر میں بھی صرف دن کا سفر شمار ہوگا؟ یا دن اور رات کا دونوں کا۔ صرف دن کا اعتبار ہو تو تین دن کی مسافت کم بنے گی جبکہ دن رات کا اعتبار کرنے میں مسافت زیادہ ہوگی۔ جس طرح خشکی کے سفر میں مسافت کی لمبائی کا اعتبار نہیں ہوتا کہ اگر راستے میں موڑ زیادہ ہوں تو کل مسافت تو زیادہ بنے گی لیکن لمبائی میں مسافت کم بنتی ہو تو تب بھی قصر کا حکم لاگو ہوتا ہے۔ کیا بحری سفر میں بھی ایسا ہوگا۔۔۔۔۔ جزاکم اللہ خیرا

الجواب حامدا ومصلیا

بری سفر میں شرعی مسافت جسکی وجہ سے سفر کے احکام لاگو ہوں وہ تین دن کی مسافت ہے یعنی تین دن صبح سے زوال تک (زوال کے بعد صبح تک سیر کا اعتبار نہیں کیونکہ یہ انسان کے کھانے پینے اور آرام کا وقت ہے) پیدل چل کر یا اونٹ پر سوار ہو کر درمیانی چال کے ساتھ جتنی مسافت طے ہو جاتی ہے اتنی مقدار مسافت۔ مسافت شرعی کہلاتی ہے۔ چونکہ ہر آدمی کیلئے اس کو معلوم کرنا مشکل تھا اس لئے علماء کرام نے عوام کی سہولت کی خاطر اس مقدار کا اندازہ لگا کر آجکل کے حساب کے مطابق اسکی مقدار تقریبا 78 کلومیٹر بتائی ہے۔ لیکن یہ مقدار مسافت بری سفر کی ہے۔ بحری سفر میں اس مسافت کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ بحری سفر کے حال کے مطابق تین دن اور رات میں جتنی مسافت طے ہو جاتی ہو اس کا اعتبار ہوگا نیز یہ کہ بری سفر میں صبح سے زوال تک کی سیر کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ زوال کے بعد صبح تک کا وقت انسان کے کھانے پینے اور آرام کا وقت ہے لیکن بحری سفر میں چونکہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ کھانا پینا اور آرام اور نماز وغیرہ سارا کچھ ہی کشتی کے اندر ہی ہوتا ہے اس لیے اسمیں دن رات کی سیر معتبر ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ بحری سفر میں تین دن اور رات میں جتنی مسافت طے ہوتی ہو وہ مسافت شرعی کہلائیگی۔ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے ماہر ملاحوں سے تحقیق کر کے احسن الفتاوی جلد (4/86) پر یہ تحریر فرمایا ہے کہ کشتی معتدل ہوا کہ ایام میں ایک گھنٹہ میں تقریبا ساڑھے پانچ میل بحری سفر طے کر لیتی ہے۔ اور تین دن اور رات میں چونکہ 72 گھنٹے ہوتے ہیں۔ اب اگر 72 کو ساڑھے پانچ میں ضرب دی جائے۔ حاصل ضرب۔ 396 میل آتا ہے۔ اور میل چونکہ کلومیٹر سے بڑا ہوتا ہے اس لیے اگر میلوں کی مذکورہ تعداد کو کلومیٹر میں تبدیل کریں تقریبا 644 کلومیٹر بنتے ہیں۔ اس تفصیل کے مطابق بحری سفر میں مسافت شرعی تقریبا 644 کلومیٹر ہوگی۔ نیز بری سفر میں عمارتوں وغیرہ کیوجہ سے انعطافات اور موڑوں کا ہونا ضروری ہے جسکی وجہ سے [illegible] کا اعتبار کیا جاتا ہے اگرچہ قطر میں مسافت کم بنتی ہو۔ لیکن بحری سفر میں چونکہ ایسا نہیں ہوتا اس لیے اسمیں اس کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ مسافت بصورت قطر معتبر ہوگی۔ یعنی بحری سفر میں۔ احکام سفر تب جاری ہوں گے جب مبدء سفر سے مطلوبہ مقام (جو مبدء سفر سے جوانب اربعہ میں سے کسی طرف بھی ہوسکتا ہے۔) تک کی مسافت (ضروری انحراف کیوجہ سے مسافت میں جو اضافہ ہو اسکو ساتھ ملا کر) تقریبا 644 کلومیٹر بصورت قطر ہو۔ اس سے کم مسافت میں سفر کے احکام جاری نہ ہوں گے۔

لما فی حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح۔

قوله (أقل مدة سفر تتغير به الأحكام)۔۔۔ (مسيرة ثلاثة أيام) هذا التقدير للسفر الذي تقصر فيه الصلاة ويباح فيه الفطر ويمسح فيه أكثر من يوم وليلة وتسقط به الأضحية۔۔۔ قوله (وفي البحر يعتبر اعتدال الريح) فينظر إلى السفينة كم تسير في ثلاثة أيام ولياليها عند استواء الريح [illegible] عاصفة ولا هادئة فيجعل ذلك أصلا (453)

(جاری ہے)

وفی البحر الرائق۔

فیعتبر بما یلیق بحالہ وھو ان یکون مسافۃ ثلاثۃ فیہ اذاکانت الریاح معتدلۃ وان کانت تلک المسافۃ بحیث تقطع فی البر فی یوم کمافی الجبل یعتبر کونہا من طریق الجبل بالسیر الوسط ثلاثۃ ایام وان کانت تقطع من طریق السھل بیوم فالحاصل ان تعتبر المدۃ من ای طریق اخذ فیہ ۔۔۔وفی البدائع ثم یعتبر فی کل ذلک السیر المعتاد فیہ وذالک معلوم عند الناس فیرج الیھم عند الاشتباہ (229/2باب المسافر)

والمراد بسیر البر والجبل ان یکون بالابل ومشی الاقدام والمراد بالابل ابل القافلۃ دون البرید واما السیر فی البحر

وفی الشامیہ۔

ویعتبر فی الجبل بما یناسبہ من السیر لانہ یکون صعودا وهبوطا ومضیقا ووعرا فیکون مشی الابل والاقدام فیہ دون سیرھما فی السھل ۔۔۔۔۔۔۔ (قَوْلُهُ وَلَا يُشْتَرَطُ إلَخْ) إذْ لَا بُدَّ لِلْمُسَافِرِ مِنْ النُّزُولِ لِلْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالصَّلَاةِ وَلِأَكْثَرِ النَّهَارِ حُكْمُ كُلِّهِ فَإِنَّ الْمُسَافِرَ إذَا بَكَّرَ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَسَارَ إلَى وَقْتِ الزَّوَالِ حَتَّى بَلَغَ الْمَرْحَلَةَ فَنَزَلَ بِهَا لِلِاسْتِرَاحَةِ وَبَاتَ بِهَا ثُمَّ بَكَّرَ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي وَسَارَ إلَى مَا بَعْدَ الزَّوَالِ وَنَزَلَ ثُمَّ بَكَّرَ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ وَمَشَى إلَى الزَّوَالِ فَبَلَغَ الْمَقْصِدَ قَالَ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ السَّرَخْسِيُّ: الصَّحِيحُ أَنَّهُ يَصِيرُ مُسَافِرًا عِنْدَ النِّيَّةِ كَمَا فِي الْجَوْهَرَةِ وَالْبُرْهَانِ إمْدَادٌ وَمِثْلُهُ فِي الْبَحْرِ وَالْفَتْحِ وَشَرْحِ الْمُنْيَةِ. (122/2)۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ

محمد رضوان

دار الافتاء جامعہ مدینۃ العلوم جھنگ

1439/7/10ھ

الجواب

في البحر: "وأما السير في البحر فيعتبر ما يليق بحاله وهو أن يكون مسافة ثلاثة فيه إذا كانت تلك الرياح معتدلة وإن كانت تلك المسافة بحيث تقطع في البر في يوم كما في الجبل يعتبر كونها من طريق الجبل بالسير الوسط ثلاثة أيام وإن كانت تقطع من طريق السهل بيوم" (البحر الرائق، جلد:۲، صفحہ۲۲۰)

حضرات فقہاء نے بحری سفر کو پہاڑی سفر کے ساتھ تشبیہ دی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بحری سفر پہاڑی سفر کی طرح مشکل ہے، پہاڑی کے مشکل ہونے کی تصریح بھی ہے، "لانہ یکون صعوداً وھبوطاً ومضیقاً ووعراً"

بحری سفر میں پانی کی موجوں کا مقابلہ ہوتا ہے۔

نیز مشکل سفر میں تین دن کا سفر بری سہل سفر سے یقیناً کم ہوتا ہے، "فیکون مشی الابل والاقدام فیہ دون سیرھما فی السہل" (شامیہ، جلد:۲، صفحہ:۱۲۳)

گویا حضرات فقہاء کی یہ تشبیہ بتلا رہی ہے جبلی سفر کی طرح بحری سفر کی مسافت بری سفر سے یقیناً کم ہوگی۔

نیز جبلی سفر کی طرح بحری سفر میں تصریح ہے کہ بحری سفر کی کل مسافت بری سفر میں ایک دن میں طے ہوسکتی ہے "وان کانت المسافة بحيث تقطع في البر في يوم"

ان تصریحات کی موجودگی میں یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ بری مسافت سفر ۴۸ میل شرعی اور بحری سفر کی مسافت ۳۹۶ بحری میل ہو۔

یہ بات بھی عجیب ہے کہ سفر سہل میں آرام وغیرہ کی تو ضرورت ہو اور سفر صعب میں آرام کا وقت ہی نہ ہو۔

احسن الفتاویٰ میں ہے: بادبانی کشتی کسی عارض کے بغیر کہیں نہیں رکتی۔" (احسن الفتاویٰ، جلد:۴، صفحہ:۹۶)

اس سے معلوم ہوا کہ عارض کے وقت کشتی کو روکا جاسکتا ہے۔ چنانچہ جب کشتی کو روکنا مطلوب ہوتا ہے تو لنگر ڈال دیتے ہیں کشتی رک جاتی ہے۔ ملاح کیلئے بھی آرام، کھانا، نماز کی ادائیگی ضروری ہے۔ نیز رات کی تاریکی میں ایک لالٹین کی روشنی میں چلنا بھی ممکن نہیں ہوگا...... ہر ہر کشتی میں متعدد ملاحوں کا ہونا بھی ضروری نہیں۔

الحاصل: آرام وغیرہ کیلئے ٹھہرنے کی ضرورت بحری سفر میں بھی ہے۔ لہٰذا بحری سفر کی مسافت میں بری سفر کی طرح آرام، نماز، وغیرہ کے وقفوں کو شامل کرنا ہوگا۔ **الحاصل:** بحری سفر کی مسافت 396 بحری میل مقرر کرنا محل نظر ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

رئیس دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۴۳۹/۹/۱۰ھ

مفتی
جامعہ خیر المدارس ملتان

دار الافتاء
جامعہ خیر المدارس ملتان